ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9. No. 2. 2026

اردو ناول پر بھگتی اور تصوف کے تہذیبی اثرات

THE CULTURAL INFLUENCES OF THE BHAKTI MOVEMENT AND SUFISM ON THE URDU NOVEL

ثمینہ کوثر

پی ایچ ڈی اسکالر (اردو)، ایم وائی یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد

saminakousarphd@gmail.com

ڈاکٹر رابعہ مقدس

ایڈجنکٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ایم وائی یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد

rabiashahzad413@gmail.com

Abstract:

This passage encompasses the distinction between the Bhakti movement and Islamic Sufism within the cultural backdrop of the subcontinent, along with their reformative influences on the Urdu novel. According to the author, the Bhakti movement, which emerged in response to the oppression and caste system of Hindu society, was primarily aimed at reforming Hinduism, whereas Islamic Sufism is fundamentally based on Sharia, self-purification (tazkiyah-e-nafs), and pure monotheism (tauheed-e-khalis). When attempts were made in the subcontinent to blend these two distinct currents and erase the Muslim identity through 'Deen-e-Ilahi', Hazrat Mujaddid Alif Sani defended the distinct identity of Islam through his doctrine of Wahdat-ush-Shuhood (Unity of Witness). From its very inception, the Urdu novel absorbed this historical and mystical background; this is precisely why novelists, from Deputy Nazir Ahmad to Munshi Premchand, beautifully depicted the negation of materialistic greed, humanism, and social reform through mystical and moral characters.

Keywords:

اردو ناول، بھگتی تحریک، اسلامی تصوف، تہذیبی اثرات، برصغیر، خانقاہ، مرشد، سلوک، اوتار، نروان، موکش، دھرم، وحدت الشہود

اردو ناول پر بھگتی اور تصوف کے تہذیبی اثرات کو سمجھنے کے لیے اس کا تاریخی اور سماجی پس منظر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ برصغیر کی دھرتی صدیوں سے مختلف مذاہب، عقائد اور فلسفوں کا مسکن رہی ہے، جہاں مسلم صوفیا کی آمد اور ساتویں صدی عیسوی میں جنوبی ہند سے اٹھنے والی بھگتی تحریک نے مل کر ایک انوکھا اور مشترکہ تہذیبی لاشعور تخلیق کیا۔ ان دونوں فکری دھاروں نے اپنے اپنے دائرے میں رہ کر برہمن سماج کی کڑی جکڑ بندیوں، ذات پات کی تفریق، اور مادی ہوس کے خلاف آواز اٹھائی اور انسانیت، باطنی پاکیزگی اور خدا سے بلاواسطہ محبت کا درس دیا۔ جب انیسویں صدی میں اردو ناول کا آغاز ہوا، تو اس صنف نے محض مغرب کی تقلید کرنے یا داستانوں کی طرح صرف تفریح فراہم کرنے کے بجائے، اسی صدیوں یہی وجہ ہے کہ اردو ناول کے خمیر میں خیر و شر کی داخلی آویزش، مظلوموں کی داد رسی اور پرانے صوفیانہ اور اصلاحی پس منظر کو اپنے اندر سمو لیا؛ انسان دوستی کے جو نقوش ملتے ہیں، وہ اسی تاریخی، بھگتی اور متصوفانہ روایت کے مرہونِ منت ہیں جس نے برصغیر کے سماجی ڈھانچے کو مدہم اور روادار بنایا تھا۔

بھگتی تحریک سماج میں ایک بڑی تبدیلی کا باعث بنی۔ جس کا بنیادی مقصد اسلام کے پھیلاؤ کو روکنا تھا۔ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس سے کچھ مستعار تو لیا جاسکتا ہے لیکن اس کے اندر اپنے بنائے گئے ضوابط اور قوانین شامل نہیں ہوسکتے۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ہوں کیونکہ یہ ایک الہامی دین ہے کائنات کے خالق مالک کا معجزہ دین اسلام ہے۔ بھگتی تصوف اور اسلامی تصوف دونوں جدا جدا ہیں۔ بھگتی کو اسلامی تصوف سے اس لیے بھی جوڑا گیا کہ برابری کی سطح، انصاف، امن و مساوات، رواداری، شائستگی تقوی وغیرہ بھی اسلامی تصوف کی پہچان ہیں جو معاشرے کی ترقی، خوشحالی کا باعث ہیں جبکہ ہندو معاشرے میں یہ سب موجود نہ تھا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہندو معاشرہ بدامنی، بے چینی جبر و استحصال کا شکار تھا۔ لوگ اپنے دین (ہندو دھرم) جس میں طرح طرح کی معاشرتی رسوم ایک ظالمانہ رسم "ستی" بھی شامل تھی، اس قدر بیزار تھے کہ وہ ہندو مذہب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ادھر برصغیر میں اسلام کی آمد شروع ہوئی تو لوگ جوق در جوق اس مذہب میں شامل ہونے لگے۔ یہ ہندو دھرم کے لیے سب سے بڑا خطرہ تھا؛ کیوں کہ اس سے قبل اس سے بدھ مت کا سامنا رہا تھا۔ بھگتی تحریک کے بانیوں جس میں زیادہ تر برہمن ذات سے ہی تعلق رکھتے تھے انہوں نے ہندو دھرم میں اصلاحات کا سوچا تھا۔ تاکہ لوگوں کی دوسرے مذاہب کی طرف رغبت کو ختم کیا جاسکے:

> "بھگتی اور تصوف ہم معنی نہیں ہے مگر کچھ لوگوں نے تصوف کو بھگتی کا ہم معنی سمجھ لیا ہے اور کچھ لوگوں نے تزکیہ اور احسان کا حالانکہ یہ دونوں تصورات غیر حقیقی ہیں۔"(۱)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک اللہ تعالی نے دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ ایک مسلمان تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہے اور یہ اسلام کے عقائد میں شامل ہے۔ اگر وہ کسی ایک پیغمبر کا انکار کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ قرآن اللہ تعالی کا ایک معجزہ ہے جسے ہم روزانہ زمین پر دیکھتے ہیں۔ ہمارے لیے باعث برکت ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ دیگر آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل؛ ان کتب میں تحریف ہو چکی ہے۔ اللہ تعالی نے خود فرمادیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر دین مکمل کر دیا گیا۔ اس کے مقابلے میں دیگر مذاہب یہودی اور عیسائی اگرچہ وہ اہل کتاب ہیں لیکن ہمارا اختلاف یہ ہے کہ یہودی اور نصرانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار بھی کرتے ہیں یہودی اور نصرانی ہی رہتے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان اگر انکار کر دے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ بھی ختم ہوا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعالمین ہیں۔ آج کے دور میں بھی ایک شخص دوسرے دیندار شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ اس طرح بیت کا یہ سلسلہ ایک زنجیر بنتا جاتا ہے۔ تصوف میں اللہ تعالی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ ہ وسلم کے ذریعے اپنے آپ کو فنا کر دینا، اپنی خودی کو محبت خدا تعالی کی راہ میں فنا کر دینا اور اپنے آپ کو خالص خدا کے احکامات کے تحت اللہ اور نبی کی محبت میں ڈوب جانا اور بغیر کسی مقصد دنیا کے اس راہ پر چلے جانا صوفی کہلاتا ہے۔ اپنے آپ کو فنا کر کے زمین پر اللہ تعالی کے احکامات کی پیروی کے لیے تگ و دو کرنا، اس کے مصاحب بھی تقویٰ اور پرہیزگاری میں اعلی ہوتے ہیں۔ صوفی اللہ تعالی کی محبت میں اعلی جذبوں سے سرشار ہو کر اس طرح استغراق کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے تو وہ اس مقام کو پالیتا ہے۔

سلوک:

سلوک کا مطلب صوفیا کرام کا اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنا اور اپنی زندگی کے سفر کا رخ خالصتاً خدا تعالی کی طرف موڑ لینا ہے اور اللہ تعالی بھی اس کے لیے راہیں ہموار کر دیتے ہیں۔ یہ مقام اسے ذکر اور مراقبے سے حاصل ہوتا ہے۔ صوفیا کرام اللہ تعالی کے احکامات کے امین ہوتے ہیں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم دیتے ہیں۔ لوگوں کے اخلاق کی تربیت کرتے ہیں۔ یہ علم کا خزانہ ہوتے ہیں۔

مرشد:

مرشد صوفی کا روحانی استاد ہوتا ہے۔ جہاں سے وہ فیض یاب ہوتا ہے۔ جو اس کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ اس کو پیر یا شیخ بھی کہتے ہیں۔ سالک بھی صوفی کہلاتا ہے۔ خدا کی راہ میں اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے اور تصوف کے راستے کو چن لیتا ہے۔

خانقاہیں:

وسط ایشیا میں یہ نام زیادہ معروف تھا۔ "خان" کا معنی بادشاہ یا سردار بھی لیا جاتا ہے۔ عموماً اس کا زیادہ استعمال منگول کرتے تھے۔ "خان" عربی زبان کا لفظ ہے۔ "گاہ" سے مراد چراگاہ بھی لیا جاتا ہے۔ قیام گاہ بھی لیا جاتا ہے۔ صوفیا کے لیے یہ لفظ مرشد کے ٹھہرنے کی جگہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ صوفیا کی زبان میں اسے وسیع تر مفہوم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں پر ذکر و اذکار خصوصی عبادات ہوتی ہیں۔ صوفیا اپنے مریدوں کی خاص تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ "خانقاہ" کو "مہمان خانہ" مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کلیدی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ دنیا کے شور شرابے سے الگ ہو کر ویرانوں یا قبرستانوں یا ٹیلوں پر اپنی عبادات و ریاضت میں مشغول رہنے کی یہ جگہ "تکیہ" بھی کہلاتی ہیں۔

بھگتی کی اہم اصطلاحات:

بھگتی کی کچھ اہم اصطلاحات درج ذیل ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اوتار:

ہندو مذہب میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ لفظ سنسکرت زبان کا ہے۔ اس کا مطلب ہے حقیقت الٰہیہ کا کسی بھی شکل میں زمین پر ظاہر ہونا۔ چاہے یہ شکل انسانی ہو یا کسی جانور کی شکل میں ہو۔ ہندوؤں کے ہاں خاص طور پر "رام چندر" وشنو" دیوتا وغیرہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں یہ حقیقت الہیہ تک پہنچے کا ایک ذریعہ ہیں۔

نروان:

نروان کا تصور ہندوؤں اور بدھ مت دونوں مذاہب میں موجود ہے۔ نروان کا مطلب دوبارہ جنم لینا ہی نہیں ہے۔ اس کا جنم مثبت اور کہیں پر منفی لیا جاتا ہے ۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے علم، عبادت، ریاضت اور نیک کاموں کے ذریعے دکھوں اور مصیبتوں سے مکمل نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جسے ہندو معرفت قرار دیتے ہیں۔

موکش:

ہندوؤں کے مطابق دکھوں اور تکلیفوں سے نجات اور ابدی سکون کا مرحلہ "موکش" کہلاتا ہے۔ ان کے مطابق جب تک نیک اعمال نہیں کرتا وہ مرتا ہے اور دوبارہ اس کی روح کا جنم ہوتا ہے۔ وہ اسی چکر میں مبتلا رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ اپنے آپ کو فنا نہیں کر دیتا، نیک اعمال اور محبت کے ذریعے نجات ہمیشہ کے لیے اس کی نجات بن جاتی ہے۔

دھرم:

ہندوؤں میں دھرم کا لفظ ایک وسیع تر اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مطلب مذہب نہیں لیا جاتا۔ ہندوؤں کے مذہب میں دھرم سے مراد نیک اعمال سے درست راستے کا تعین کیا جاتا ہے۔ دھرم بتاتا ہے کہ کس طرح اپنی ذمہ داریوں کو ایمانداری سے سرانجام دینا ہے۔ یہ ایک آفاقی اصول ہے۔ اگر دھرم کی پیروی نہ کی گئی تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ابراہیم اختر لکھتے ہیں:

"مذہبی رسومات توہم پرستی، عقیدہ پرستی اور فضول باتوں پر ایمان جہالت کی پیداوار ہیں جو انسان کے ذہن کو مقفل کر دیتے ہیں۔"(2)

ہندوں کا عقیدہ ہے کہ نظریات اچھائی اور برائی میں تمیز سکھاتے ہیں۔ دھرم بہترین انسانی خصوصیات کا حامل ہے۔ ہندو عقیدے کے مطابق جو لوگ دھرم کی پیروی نہیں کرتے وہ زندگی کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے کبھی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی اصطلاحات ہندو مذہب میں مشتمل ہیں ۔ مذہب سے جذباتی لگاؤ پیدا کرنے کے لیے بھجن گائے جاتے ہیں۔ تاکہ خدا کے ساتھ گہری عقیدت اور احساس کو اجاگر کیا جا سکے۔ ہندی مذہب ایک پیچیدہ مذہب ہے ۔ اصطلاحات کے علاوہ بھی ان کے ہاں شادی اور مرنے تک بے شمار عقائد اور طریقے موجود ہیں۔ ان پر عمل کرنے کے طریقے بھی جدا جدا ہیں۔ المختصر یہ کہ اگرچہ خدا کا تصور موجود ہے لیکن ان تک پہنچنے کے ذرائع انہوں نے مختلف تخلیق کیے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے بہت سے نظریات صوفیا کرام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اختیار کیے تھے۔ اگرچہ کچھ لوگوں نے صوفیا کرام کی تعلیمات پر تنقید بھی کی ہے کہ یہ دین میں بدعتیں پیدا کرتے ہیں لیکن بھگتی اور صوفیا کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اگر صوفیا کرام آگے نہ آتے تو ہندوستان میں دین کو غلط ملط کرنے کا رواج عام ہو جاتا۔

ہندوستان میں دین کی تبلیغ میں صوفیا کرام کا کلیدی کردار رہا ہے۔ ہندوستان میں لاتعداد صوفیا کرام آئے۔ جنہوں نے اسلامی تعلیمات سے ہندوستان کے مقامی باشندوں کو روشناش کیا۔ ساری زندگی زہد و تقویٰ میں گزار کر اسی خطے میں مدفن ہوئے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ، خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے صوفیاء کرام شامل ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی تعلیمات کو بھگتی تعلیمات سے نہ صرف الگ کیا بلکہ تصوف میں جو بدعتیں رواج پا رہی تھی ان کی نفی کی اور یہ بھی کوشش کی کہ جو بادشاہ ہندوؤں کی خود ساختہ چالوں کا شکار ہو رہے تھے "دین الٰہی" کے خلاف بادشاہ کے سامنے ڈٹ گئے اور آپ کو جیل بھی ڈال دیا گیا لیکن آپ کے پایہ استقلال میں ذرا برابر بھی لغزش نہ آئی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں کی شازشوں کو بھانپ لیا تھا اور انہوں نے مسلمانوں کے اندر احساس بیداری پیدا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسلمان معاشرے کی اصلاح کی۔ ہندوانہ رسوم مسلمانوں کے اندر رچ بس گئی تھیں۔ انہیں الگ کیا تاکہ مسلمان اپنے علیحدہ تشخص کو برقرار رکھ سکیں۔ انہوں

نے اپنے دلائل سے رام اور رحیم، خدا اور بھگوان کے درمیان فرق کو ثابت کیا۔ بادشاہ اکبر جو ہندوؤں کو بے جا مراعات دینے میں پیش پیش تھا۔ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے عوام اور امراء کے اندر احساس بیداری پیدا کیا۔ اکبر بادشاہ نے ایک نیا دین "دین الٰہی" ایجاد کیا جس سے توحید الٰہی کے نام سے جاری کیا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحریک چلائی۔ اس طرح بادشاہ کے دربار میں جو مسلمان علماء شامل تھے۔ ان کو بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خطوط لکھے اور ان کی اصلاح شروع کی۔ اکبر بادشاہ جو اسلامی شعائر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے جا رہا تھا۔ اس نے عشر اور شرعی ٹیکس جزیہ وغیرہ بھی معاف کر دیے تھے۔ ان کے سامنے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ اکبر کی موت کے بعد جہانگیر بادشاہ کی بھی اصلاح کی۔ اکبر نے محل کے اندر مندر تعمیر کروا دیے تھے اور وہ علماء جن کو علماء سو کا نام بھی دیا جاتا ہے غلط عقائد کو بھی جائز قرار دے رہے تھے ان کی بھی اصلاح کی۔ توحید کو الگ مقام دلوانے میں کامیاب ہو گئے۔ وحدت الوجود، رام اور رحیم کے نظریات کا فرق واضح کیا۔ کیونکہ ہندوؤں نے "وحدت الوجود" کا پرچار شروع کر دیا تھا کہ خدا ایک دریا ہے اور انسان ایک قطرہ ہے جو آخر کار اس کے اندر مل جاتا ہے۔ اور مظاہر فطرت جن میں پتھر، سورج وغیرہ کی پرستش کو بھی دراصل خدا کی پرستش قرار دیا گیا تھا ان کے خلاف دلائل دیئے اور یہ ثابت کیا کہ یہ سب چیزیں خدا ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں نظریہ "وحدت الشہود" پیش کیا۔ آپ نے انا الحق" کی بجائے "انا عبد" اور "ہمہ اوست" کی بجائے "ہمہ از اوست" "سب اسی کا ہے نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے مسلم صوفیا جنہوں نے صرف محبت کے پرچار کی رٹ لگائی ہوئی تھی۔ ان کے عقائد کی اصلاح کی اور لوگوں کو بدعات سے بچنے کی تلقین کی۔ آپ نے محبت کے پرچار اور جبر واستبداد کی بجائے درمیانی راستہ اختیار کرنے پر زور دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے خالص توحید کے پیغام کو بلند کیا۔ ہندؤوں نے "رام "رام" کی رٹ لگائی تھی۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ تو ہندوؤں کی مختلف شخصیتیں ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ "رام "تو موجودہ دور کی پیداوار ہے جبکہ "رحیم "تو ہمیشہ سے موجود ہے "رام" کی بیوی کو کوئی شخص لے گیا۔ جو اپنی بیوی کی حفاظت نہ کر سکا وہ اپنے پوجنے والوں کی حفاظت کیسے کرے گا۔

سجدہ اس کائنات میں صرف ایک ہی ہستی خدائے واحد کے لیے ہے۔ چاہے وہ سجدہ تعظیمی ہو۔ اکبر بادشاہ نے اپنے دربار میں تعظیمی سجدہ لاگو کر دیا تھا اور جہانگیر تک رائج رہا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ نے اس کی اصلاح کی اور پھر جہانگیر بادشاہ یہ سجدہ کرانے سے باز آگیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے دین الٰہی کا توڑ نکالا گیا۔ اسلام کو دو اعتراف سے گھیرا جا رہا تھا۔ ایک طرف سے بھگتی تحریک کے چیلے اور دوسری طرف وہ علماء جو اسلام میں طرح طرح سے منطقی دلائل دے کر اکبر کی ایماء پر تبدیلیاں پیدا کر رہے تھے اور ہندو برہمن جو طرح طرح کی چالوں سے گمراہ کن پروپیگنڈا کرنے میں مصروف تھے۔ سید مناظر حسین گیلانی لکھتے ہیں:

> "آج بھی برہمنوں کی ایک بڑی جماعت مخصوص کاغذات؛ تانبے کے برتنوں اور پتھروں میں حسب مطلب مضامین لکھ لکھ کر دفن کر دیتی ہے اور پھر کچھ دن کے بعد "ڈسکوری" کے نام سے آسمان زمین کو سر پر اٹھا لیا جاتا ہے اور انہی وثیقوں سے آج ہندوستان کی تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔"(3)

اکبر اگرچہ نام کا مسلمان تھا۔ ابتداء میں یہ اسلام پر قائم بھی رہا لیکن رفتہ رفتہ مرتد ہوتا گیا اور اس نے اپنی بادشاہت کو طول دینے کے لیے ہندو عورتوں سے شادیاں کی ں۔ محل میں مندر تعمیر کروائے تاکہ ہندوؤں کی حمایت حاصل کر سک ے۔ اس کا راستہ روکنے کے لیے علماء کرام نے اہم کردار ادا کیا۔ ان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ساڑھے تین سو سال سے اسلامی مذہب عروج پر تھا۔ اسلام ایک جداگانہ دین ہے جس کی اپنی ایک الگ شناخت ہے۔ متحدہ قومیت کے جذبے کو پروان چڑھا کر تصوف اور فلسفے میں بگاڑ پیدا کر کے دین اسلام میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

جنوبی ہندوستان میں پروان چڑھنے والی بھگتی تحریک کے اہم رہنما "رامانج "اور اس کے چیلے "رامانند "اور" بھگت کبیر "نے مساوات رواداری کا درس دیتے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف راغب کیا۔ لوگوں کو باور کرایا کہ رام اور رحیم الگ نہیں۔ خدا اور بھگوان میں کوئی فرق نہیں۔ محبت و پریت کے پجاری سادہ لوح مسلمان بھی اس کا شکار ہونے لگے تھے کیونکہ برصغیر میں اگرچہ کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے لیکن وہ ہندوانہ رسومات سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے تھے؛ جن کے لیے سب سے زیادہ دین کی خاطر قربانیاں ان علمائے کرام نے دیں جنہوں نے اس تحریک کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو ان تمام رسومات سے چھٹکارا حاصل کرنے بدعات سے دور رہنے کی تلقین کی۔

روحانیت ایک ایسا راستہ ہے جس سے حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔ نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور عشق کی انتہائی حالت حاصل ہوتی ہے۔ یہ انتہائی حالت وجد ہوتی ہے۔ وجد میں انسان اپنی عقل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس سے انسانی روح کو نہ صرف تسکین حاصل ہوتی ہے بلکہ عشق حقیقی الٰہی کا ایک اعلی مقام ہوتا ہے۔

دنیا کے ہر معاشرے پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ صوفی کا مطلب ہی اللہ تعالی کی محبت میں غرق ہو جانا ہے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کو اختیار کر کے انسان کو روحانیت حاصل ہو سکتی ہے۔ روحانیت سے سرشار شخص جسمانی طور پر تو وہ زمین پر ہوتا ہے لیکن روحانی طور پر یہ ایک آسمانی مخلوق بن جاتا ہے۔ تمام حقائق اس کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ وہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کو اپنی چال ڈھال، لباس اور کھانے پینے سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا۔ وہ سماجی برائیوں کے خلاف اپنا علم بلند کرتا ہے۔

بھگتوں نے قناعت پسندی فکر کی ترغیب دی۔ محنت و مشقت سے روزی کمانے اور حرام کی کمائی سے دور رہنے پر زور دیا۔ یہ لوگ تھوڑی آمدن پر آسودہ حال اور مطمئن رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ مصائب کو حوصلے سے برداشت کرنے کی طاقت پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں کیونکہ عاشق کا محبوب کے ساتھ مضبوط تعلق ہے۔ محمد حسن رقم طراز ہیں:

"بھگتی تحریک سے متاثرہ شخص انسانوں سے دوری اور فاصلہ قائم رکھنے کی بجائے ان میں ہی شامل ہو جاتا ہے۔ ان سے محبت کرتا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک جز بن جاتا ہے۔ بھگتی تحریک مذہب میں اقرار ب السان اور رسوم وعبادات کی ادائیگی سے زیادہ عقیدت اور عشق خداوندی پر زور دیتی ہے۔"(۴)

اسلام میں روحانیت سے مراد خدا تعالی نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا ہے۔ دنیا کے ہر معاشرے میں مذہب کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔ اسلامی تصوف خود اللہ تعالی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور عشق میں غرق ہونے کا نام ہے۔ دیگر اقوام ہندوؤں میں بھی صوفیائے کرام کی زندگیوں سے متاثر ہو کر انہوں نے ان کی پیروی کرنے کی کوشش کی اور ایسی تعلیمات سے فلسفہ وجود میں آیا جو بعد میں روحانیت کا درجہ پانے لگا۔ اس کی شروعات "شنکر اچاریہ" کی تعلیمات کی بدولت ہوئی۔ اگرچہ اس معاشرے میں جوگی یا صوفیا سے مراد وہ لوگ لیے جاتے تھے جو کہ دنیاوی زندگی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں؛ جب کہ اسلامی تاریخی واقعات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ بہت سے صوفیا کرام نے نہ صرف اس دور کے حکمرانوں کو جہاد پر آمادہ کیا بلکہ خود بھی جہاد میں حصہ لیا اور خدا رسول کا نام روشن کرتے ہوئے حق کی سربلندی کے لیے شہید بھی ہوئے۔

بھگتی تحریک اسلامی صوفیاء کرام کی تحریک سے یکسر مختلف ہے۔ جہاں پر عشق خود بخود حاوی ہوتا ہے وہاں پر یہ کرنا پڑتا ہے۔ جہاں خدا تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے وہاں سینکڑوں دیواریں عبور کرنا پڑتی ہیں۔ بھگتی سے متاثر ہونے والوں کی مثال ایسے ہی تھی جیسے بوتل کے اندر تو ہندوانہ رسوم کو بھرا گیا ہو "کرشنا" اور "وشنوں" کی داستانیں ہوں لیکن باہر اسلام کا لیبل لگا دیا گیا ہو۔ اردو ناول نے تمام تاویلوں کو پیش کیا ہے۔ اردو کے بہت سے ناولوں میں ہیرو ایک واعظ کنندہ کے طور پر کام کرتا ہے۔ لوگوں کو اخلاقیات کا درس دیتا ہے۔ یہ کردار ایک ناول نگار کسی مذہبی مبلغ کو سامنے رکھ کر ہی تخلیق کرتا ہے۔ ڈپٹی نذیر کے ناولوں میں یہ کردار واضح ہوتے ہیں۔ اردو کے بیشتر ناولوں میں متصوفانہ کردار پائے جاتے ہیں۔

اردو ناول نے مذہبی تعصب کے ساتھ ساتھ اصلاح پسندی کو بھی پیش کیا ہے۔ مسلمانوں کی برصغیر میں جب آمد ہوئی تو اسلام کی طرف لوگوں کا رجحان شروع ہو گیا۔ اسلامی تعلیمات نے برصغیر کے تاریکی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو روشنی دکھائی۔ ایک طویل عرصے تک مسلمانوں کا اس علاقے میں قیام اور سینکڑوں سالوں تک حکومت قائم رہی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی آمد اور مسلمانوں کے زوال کے زمانے تک ہندو اور مسلم معاشرے میں بہت سی چیزیں مشترک ہو چکی تھیں۔ جب مسلمانوں کی برصغیر میں آمد شروع ہوئی تو اس میں کثیر تعداد عربوں کی تھی اور ان پر سلام کی گہری چھاپ تھی لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے بعد ہندوستان کے مقامی لوگوں کا اسلام میں داخلہ اس تہذیب کے رسم و رواج اور معاشرتی ڈھانچے میں بہت سی چیزوں میں مماثلت پائی جانے لگی۔

ہندوستان کے ابتدائی ادب پر صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔ ہندوؤں کا ادب ہندی مذہب کے زیر اثر تھا۔ اتنے عرصے سے اکٹھے رہنے کے بعد یہ بات قرین قیاس نہیں کہ ہندو مسلم معاشرے میں مشترکہ عناصر موجود نہ ہوں لیکن محبت اور نفرت کے ساتھ ساتھ دو دھاروں کی مانند یہ ندی بہتی رہی۔ ہندوستان کے ابتدائی ادب کا زیادہ تر حصہ شاعری پر مشتمل ہے۔ مسلم صوفیاء اکرام کی شاعری اور ہندی بھجن بھی پائے جاتے ہیں۔ ابتدائی نثر میں خواجہ گیسو دراز کی کتاب معراج العاشقین میں بھی تصوف پر مبنی مضامین شامل ہیں۔

صوفیا کرام کی تعلیمات میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جس سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ غیبی مدد کس طرح مشکلات سے دوچار شخص کو بچاتی ہے۔ اردو ناول میں اس کی واضح تصویر کشی کھینچی گئی ہے۔ اردو کے بعض مافوق الفطرت عناصر کو پیش کیا گیا ہے۔ ان سے متصوفانہ واقعات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ دین کی سربلندی کے لیے جہاد کی دعوت اور میدان جہاد میں خدا تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ اعلیٰ کارنامے سرانجام دینے کے مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ دیگر اقوام جیسا کہ عیسائی

مشنریوں کے منفی کردار بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اردو ناول میں صوفی کی شکل میں کچھ کردار موجود ہیں۔ جو ناول کے ہیروز کو نہ صرف درست راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں بلکہ اس کی ہر طرح سے روحانی مدد کا انتظام بھی کرتے ہیں۔ تاریخی کارنامے سرانجام دینے والے بہت سے کردار ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مذاہب کی تعصب پسندی اور منفی تبلیغ ان کی ریشہ دوانیوں اور ذاتی مفاد کے لیے اخلاق سے عاری لوگوں کی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلام میں تمام تر افکار کا منبع اسلام ہے لیکن ہندوؤں جہاں تک کہ بھگتی میں بھی ان متفرکات دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کو اہم مقام دے کر پیش کیا گیا ہے۔ ان کی عبادات منتشر اجزا پر مشتمل ہے۔ صوفیوں کی طرز پر ہندوؤں کے ہاں جوگیوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ دنیاوی مرتبے کو پس پشت ڈالتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک انسانیت کی روح پلید ہوتی ہے اور اسے ارفع مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ دنیا کو اپنا غلام بنائے رکھتا ہے۔ منشی پریم چند کے ناول "میدان عمل" میں امر کانت کہتے ہیں:

"میں ہوس کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ وہ میری زندگی کا سب سے مبارک دن ہو گا۔ میں ہوس کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ جب تک میں اس قید میں پڑا رہوں گا۔ میری روح کی نجات نہ ہو گی۔"(5)

ابتدائی دور کے ناول نگاروں نے سماجی مسائل کے ساتھ ساتھ مذہب اور روحانیت پر کافی زور دیا اور معاشرتی اصلاح پسندی کی طرف مائل ہوئے۔ اردو ناول نگاروں نے صوفی و روحانی کرداروں کے ذریعے گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان صوفی درویشوں کے کرداروں کے ذریعے معاشرتی اخلاق کو سنوارنے میں بہت مدد ملی۔ دنیاوی عیش پرستی میں مبتلا لوگ اپنے آپ کو شریعت سے بالاتر خیال کرتے تھے۔ ان کی تبلیغی کوششوں سے معاشرے پر اثرات مرتب کرنا شروع کر دیئے۔ یہ اثرات حادثاتی نہیں تھے۔ یہ کئی سالوں کی کاوش کا نتیجہ تھے۔ اس دور کے ناول نگاروں نے دین میں منفی رجحانات کو نشانہ بنایا اور توہم پرستی بدعات پر تنقید کی گئی۔ جو ناول نگار خود بھگتی تحریک کے زیرِ اثر پسے ہوئے طبقے خاص کر عورتوں کے حقوق سے متعلق بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مذہب میں تخریبی نہیں بلکہ تعمیری ترویج دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہندوستان میں متصفانہ افکار میں تبدیلی کا عمل قدیم ہے۔ روحانی اور مذہبی نظریات میں وقت کے ساتھ ساتھ تناؤ موجود رہا ہے۔ انسانی ذہن ہمیشہ سے ہی روحانی سکون کی تلاش میں رہا ہے۔ ہندو مذہب کے احیاء کے لیے اٹھنے والی بھگتی تحریک نے ہندو مذہب میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں۔ جنوبی ہندوستان سے اٹھنے والی تحریک کی شاخیں شمالی ہندوستان ارد گرد تک پھیل گئیں۔ ہندو دھرم میں پوجا پاٹ کے طریقوں میں آسانی پیدا ہوئی۔ مذہب میں اعلیٰ طبقے براہمن سے لے کر نچلے طبقے کے شودر کی بھی رسائی ممکن ہوئی۔ انہیں بھی معاشرے کا فرد تسلیم کیا جانے لگا۔

"شنکر اچاریہ "کا اس تحریک میں بڑا کردار ہے۔ یہ دراصل ہندومت کو بدھ مت اور اسلام کے اثرات سے بچانا چاہتا تھا۔ یہ دیگر مذاہب سے آگاہ تھا۔ یہ مناظرے کا بھی ماہر تھا۔ اس نے ہندو مذہب میں تمام فرقوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ "شومت" وشنو "وغیرہ ان کی عبادات کے حصے ہیں۔ ان کے اندر اس نے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی اور سب کا مرکز محور بھگوان کو ہی قرار دیا۔ بھگتی تحریک نے سماج میں بہت سی تبدیلیاں پیدا کیں۔ غریب پسے ہوئے طبقہ کے اندر بھی اپنے حقوق کی ایک امید کی کرن دکھائی دینا شروع ہوئی۔

بھگتوں نے اپنی زندگیاں دنیا کی کنارہ کشی اختیار کر کے بھگوان کی تبلیغ کے لیے وقف کر دیں اور لوگوں کو مذہبی رواداری کا درس دینا شروع کر دیا۔ معاشرے میں ناانصافی، ذات پات کی تمیز ختم ہونا شروع ہوئی اور ادب میں ایک اہم اضافہ اس تحریک کی بدولت ہوا۔ اس کے علاوہ بھگتیوں کا سلسلہ شروع ہوا جو ہندو مذہب میں اب تک جاری ہے۔ ان سلسلوں میں نمایاں ترین نام دھرم داس، راوی داس، سندرداس، میرابائی، کرشن بھگتی، بھگت کبیر اور ایک اہم نمایاں نام بابا گرونانک شامل ہے۔ ان کی تعلیمات کی بدولت ہندومت میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ بھگتوں کی تعلیمات پر مسلم صوفیا کی تعلیمات کے اثرات نمایاں ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں خانقاہیں، درسگاہیں قائم تھیں۔ ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی ان کی بنیاد رکھنا شروع کی۔

بھگتوں کا نظریہ یہ تھا کہ وہ دوسرے ادیان سے مقابلہ یا برتری کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ حالات سے مصیبتوں، آزمائشوں کا بڑے حوصلے سے مقابلہ کرنے کی نصیحت کرتے۔ بھگتوں نے صرف وحدت کے ساتھ عشق کو قائم رکھنے پر زور دیا صوفیوں اور بھگتوں کی مشترکہ کاوشوں پر شمیم طارق لکھتے ہیں:

"بھگتی کہ انتر گیان اور سیرت کے عرفان اور احسان کے معنی میں تصوف کے باطنی احساس وجدان میں قدر مشترک کی تلاش یا ان تینوں کو ایک ہی طرح عقیدہ کے مختلف لہروں کا سنگم سمجھنے والوں نے رام اور رحیم کے ہم رشتگی پر اصرار کرتے ہوئے ایک ایسے مذہب کی طرف توجہ دلائی ہے جو مذہب کی تفریق کو ختم کر کے انسانی وحدت کو ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے بچائے۔"(6)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اردو ناول بھگتی تحریک کے بہت عرصہ بعد ہندوستان میں نمودار ہوا۔ اس وقت ہندوستان کا معاشرہ بہت سی تبدیلیوں سے گزر چکا تھا۔ ان کے اثرات مسلم معاشرے کے رسم ورواج، سیاست اور معیشت کے ڈھانچے پر بھی مرتب ہو چکے تھے۔ دیگر اصناف ادب کی طرح اردو ناول پر بھی بھگتی تحریک کے اثرات مرتب ہوئے ۔ہندو معاشرے میں مذہبی اور روحانی اثرات سماجی برائیوں کے خلاف علم بلند ہوا۔ مندروں گرجاگھروں میں ہونے والی قباحتوں کو بھی منظر عام پر لایا گیا۔ عورتوں کی تعلیم کے متعلق شعور کو بھی اجاگر کیا گیا۔ معاشرتی تفاوت کی بدولت کثیر طبقہ احساس محرومی کا شکار تھا۔ جہالت پسماندگی کی وجہ سے لوگ اپنے حقوق سے نابلد تھے۔

اردو ناول میں سماجی موضوعات کی بدولت لوگوں کے اندر آگاہی پیدا ہوئی۔ جس طرح ایک انسان کا حالات کو پرکھنے کا انداز دوسرے سے مختلف ہوتا ہے ۔اسی طرح ہر ناول نگار کا اپنے انداز سے ، فہم ادراک سے کام لینے کا طریقہ بھی دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ دیگر ناول نگار جن میں نمایاں نام ڈپٹی نذیر احمد کا ہے۔ ان کے ناولوں میں متصوفانہ عناصر پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر ناول نگاروں کے ہاں بھی کچھ انداز فکر ایک تحریک کی شکل میں اختیار کر چکا ہے۔ سماجی نظام معاشرت ،سیاست ہر معاملے میں اثرات نمایاں ہیں۔ اردو ناول نگاروں کے کرداروں میں بھگتی تحریک کی جھلک دکھائی گئی ہے۔ بابا گرونانک، میرابائی، کے ہاں محبت، دنیا کی بے ثباتی ، عشقِ الٰہی، نظریات کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ اردو ناول میں صوفیانہ تعلیمات کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی دکھائی دیتے ہیں جن کی زندگیاں اسلام کے منافی تھیں۔ بھگتی سلسلے باقاعدہ نہیں بلکہ ان کے اندر محبت عقیدت کے جذبات نمایاں رہے ہیں۔ استاد اور شاگرد کے درمیان محبت وعقیدت کا رشتہ قائم رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شمیم طارق، صوفیا کا بھگتی راگ، ماہ نامہ، کتاب جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۰۰۳، ص۸

2۔ ابراہیم اختر، ہندو فلسفہ ایک مطالعہ، شالیمار پبلیکیشنز ملک بیٹ، حیدر آباد، ص ۷۰

3۔ مناظر حسین گیلانی اسد، ہزاہ دوم الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ، الفرقان بک ڈپو اسکائی لائن پرنٹس لکھنو، ۱۹۹۲، ص۴۹

۴۔ محمد حسن، ہندی ادب کی تاریخ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۳، صفحہ نمبر ۵۵

5۔ منشی پریم چند، میدان عمل، ڈائمنڈ بکس، دہلی، ۲۰۰۱، ص۷۹

6۔ شمیم طارق، تصوف اور بھگتی کی گمشدہ شعری روایت، مضمون مطبوعہ ماہ نامہ آج کل، دہلی اگست، ۲۰۰۲، ص ۴۴